یعنی اطاعت گذاروں کا ماتم

# نقشِ غم

انجمن رضاکارانِ حسینؑ (رجسٹرڈ)

کراچی

حسینی اطاعت گذاروں کا ماتم
دلوں میں رہے بیقراروں کا ماتم
سالک لکھنوی

# خلشِ غم

۱۹۷۵ء


انجمن رضاکارانِ حسینؑ (رجسٹرڈ)
لیاقت آباد نمبر ۴
کراچی



ہدیہ پانچ روپے

(پاک کتابت گھر)

علامہ اعلیٰ اللہ مقامہٗ کی مندرجہ ذیل تحریر ہماری پہلی بیاض "خلشِ غم" میں بطور مقدمہ شامل ہے۔ ہم اِسے تبرکاً دوبارہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں

سرور

## تبرک

نوحہ کی تاریخِ غم زندگی کی تاریخ ہے اور نوحہ روحِ مجلسِ عزا ہے۔ نوحہ خوانی کو اپنے آداب و شرائط کے ساتھ تبلیغِ امرِ حق کیلئے ہر دور میں ضروری سمجھا گیا۔ اس لئے نوحہ خواں حضرات پر یہ لازم ہے کہ نوحوں کے معیار کو بلند رکھیں۔

میں نے یہ چاہا کہ سیّد علمدار علی صاحب کی خواہش پر یہ چند سطریں سپردِ قلم ہوں۔ میں نے اس مجموعے کو نہیں دیکھا۔ ہاں علمدار صاحب کو پڑھتے سنا ہے۔ خوب پڑھتے ہیں۔

اس مجموعے کے لئے میں نے تاریخی نام تجویز کیا ہے۔

"خلشِ غم"

۱۹۷۰ء

خداوندِ عالم نوحوں کی اشاعت و طباعت میں احتیاط و برکت کی توفیق عطا فرمائے۔

دُعا کا طالب رشید ترابی

۱۸ اپریل ۷۰ء

## ہم اس بیاض کو

جناب سیّد حسینؑ مہدی صاحب

ایم۔ اے (آکسن) ایمبیم منسٹم

اگزیکٹیو ڈائرکٹر

محب ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ۔ کے نام نامی سے منسوب کرتے ہیں۔

عارف رضا

سرپرست اعلیٰ انجمن رضا کاران حسینؑ

سید رونق رضا

ہوسٹلری۔ ڈی۔ فرانکس
ایرپورٹ۔ کراچی۔

سرپرست: انجمن رضا کاران حسینؑ

# مُقدّمہ

نوحہ خوانی ہماری تہذیب و ثقافت کا ایک ایسا روشن باب ہے جس کے بغیر ہماری تاریخ کچھ ادھوری سی نظر آتی ہے۔ ترویج کلمۂ حق کا ایک موثر وسیلہ ہونے کی وجہ سے نوحہ خوانی ہماری قومی زندگی کی وہ نمو خیز علامت سمجھی گئی ہے جو ہر فصل میں تر و تازہ رہتی ہے۔

نوحوں پر مشتمل بیاضں کی اشاعت ہمارا ایک اہم قومی فریضہ ہے یہ وہ امانت ہے جسے ہم ایک نسل سے دوسری نسل اور ایک عہد سے دوسرے عہد کو منتقل کرتے رہتے ہیں۔

میں بارگاہِ ایزدی سے صاحبِ بیاض جناب سیّد سردار حسین سردار کے لئے ترقی و خوشحالی کا طالب ہوں۔

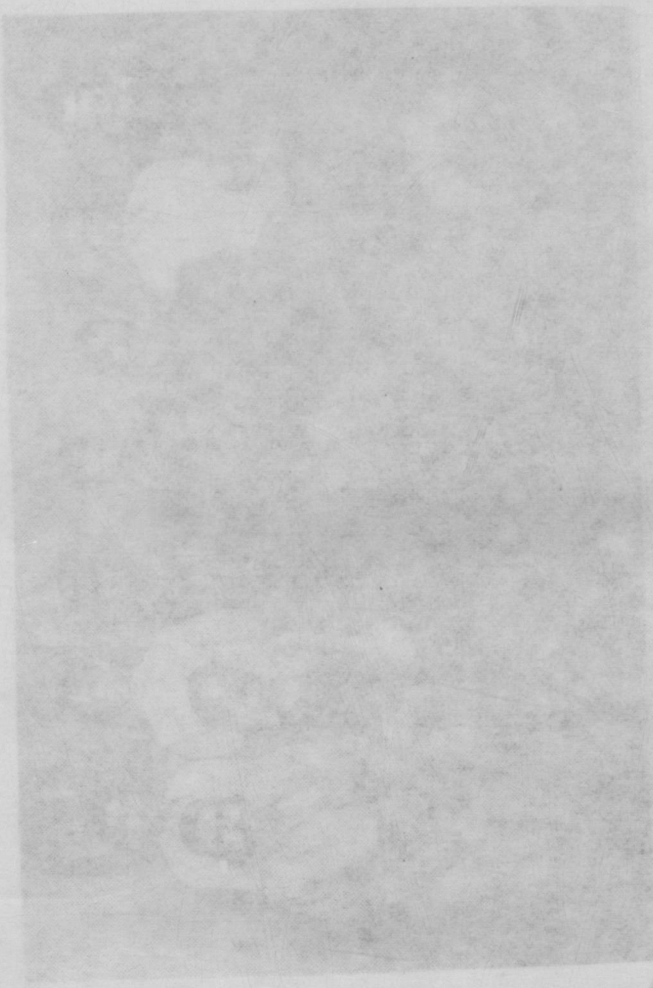
عقیل کراروی







انجمن رضاکارانِ حسینؑ (رجسٹرڈ) کے عہدیداران و مجلسِ انتظامیہ کا ایک گروپ



# فہرست

سیّد سر فراز علی خاں صاحب شاکرؔ
رئیس جانسٹھ۔ مظفر نگر۔


# سلام

شبِ عاشور کوئی بھی صدائے دل نہیں سمجھا
یہ پیاسوں کی کہانی ہے جسے ساحل نہیں سمجھا

جواں بیٹے کا سینہ تھا مگر شبیرؑ کیا کہنا
نکالی دل سے یوں برچھی کہ دل کو دل نہیں سمجھا

رفیقانِ شہِ دیں نے وفا کی آبرو رکھ لی
مگر اِن مرنے والوں کی کوئی منزل نہیں سمجھا

شہِ دیں رن میں کیوں لائے تھے اُس ننھے مجاہد کو
یہی وہ راز تھا جس کو بن کا اہل نہیں سمجھا

جواں بیٹے کی میت لیکے آئے اُف نہ کی منہ سے
شہِ دیں نے کسی مشکل کو بھی مشکل نہیں سمجھا

شہادت حضرتِ شبیرؑ کی اک راز ہے شاکر
وہ کیا سمجھا ہے جو فرقِ حق و باطل نہیں سمجھا



خضر مہذب لکھنوی

# قمرِ بنی ہاشم حضرتِ عباسؑ کی شان

## مسدس

یوں تو دنیا میں لیا کرتے ہیں سب نامِ وفا
سب کو معلوم ہے آغاز اور انجامِ وفا
ہے غلط جو بھی کہے ہم نے پیا جامِ وفا
ایک ہستی نے دیا خلق کو پیغامِ وفا
ضو وہ شیشے میں کہاں نور جو الماس میں ہے
سارے عالم کی وفا حضرتِ عباسؑ میں ہے

یہ ہے وہ ذات جو دریا سے پھری تشنہ آب
فرد اک اور بھی ہے مثل ہے جس کا نایاب
جس کا مشہورِ جہاں ثانیٔ زہراؑ ہے خطاب
یہ ہی وہ دو ہیں کہ اک ایک کا ہے انمیں جواب
ایک نے دادِ وفا لے کے ترائی لی ہے
ایک نے سر سے ردا دیکے خدائی لی ہے

یوں رجز خواں ہوا میداں میں شیدائے امام
اسد اللہ پدر ہے مرا عباس ہے نام
مجھ کو کرنا ہے زمانے میں مگر خاص یہ کام
خود فنا ہو کے سُنا دوں میں وفا کا پیغام



یہی جوہر ہے حقیقت میں وفاداروں کا
سر پہ سایہ ہو چمکتی ہوئی تلواروں کا

موت کا خوف ہے مجھ کو نہ ہے تیغوں کا خطر
کر چکا وقف رہِ عشق و وفا اپنا سر
اسد اللہ کا دل ہوں اسد اللہ کا جگر
میں بھی چاہوں تو بنا لوں درِ کوفہ کو سپر
کیوں نہ ہو مجھ پہ اثر غالبِ ہر غالب کا
مقصدِ دل ہوں علیؑ ابن ابی طالب کا

میری شمشیر سے شمشیرِ علیؑ ملتی ہے
میری تدبیر سے تدبیرِ علیؑ ملتی ہے
میری تقریر سے تقریرِ علیؑ ملتی ہے
میری تصویر سے تصویرِ علیؑ ملتی ہے

میرے ہر رنگ سے خوشبوئے ولی آتی ہے
میری آواز سے آواز علیؑ آتی ہے

اہلِ دل مجھ کو ولی ابنِ ولی کہتے ہیں
گلشنِ ساقیٔ کوثر کی کلی کہتے ہیں
سازِ تاریخ کا آہنگِ جلی کہتے ہیں
نام لیتے ہیں تو عباسِ علیؑ کہتے ہیں
عہدِ طفلی سے میں شبیرؑ کا شیدائی ہوں
ناز ہے جس کو غلامی پہ میں وہ بھائی ہوں

ہو اگر کاملِ الایمان وفاداری میں
کیوں نہ مشہور ہو انسان وفاداری میں
ہے عجب زور عجب شان وفاداری میں
ہے مرے دم سے وفا جان وفاداری میں

خادمِ دخترِ سلطانِ مدینہ ہوں میں
آج سے خلق میں سقائے سکینہؑ ہوں میں

کیا کروں پیاس سے ہے غیر سکینہؑ کا حال
جنگ کا وقت ہے درپیش ہے جلدی کا سوال
مجھ کو خود روکنا پڑتا ہے جب آتا ہے جلال
جب چلا خلق سے وہ آپ جو اپنی تھا مثال
صبرِ کل سبطِ پیمبرؐ کو ولی نے بخشا
جس قدر غیظ تھا سب مجھ کو علیؑ نے بخشا

سیّد نجم الحسن کنند رکوئی

# روایت جناب زینبؑ

ناگہاں جلنے لگے سیّد والا کے خیام
بڑھ کے زینب نے کیا عابد مضطر سے کلام
گھر جلے لوٹ پڑی قتل ہوئے شاہِ انام
اب ذرا ہوش میں آ اے میرے مجبور امام
اذن دے علم امامت تو نکل جاؤں میں
خیمہ ایک جلنے کو باقی ہے کہ جل جاؤں میں



جی کے اب کیا کریں جب زلیت کا یارا نہ رہا
کنبہ سب قتل ہوا کوئی سہارا نہ رہا
پیار والوں کا بھی باقی کوئی پیارا نہ رہا
جز تیرے مَردوں میں اب کوئی ہمارا نہ رہا
سُن لیا اکبر و اصغر نے شہادت پائی
بستر مرگ پہ بیمار کو غیرت آئی

رو کے فرمایا پھوپھی جان چلو جلد چلو
پردہ ناقط ہے اسی آن چلو جلد چلو
ننھے بچوں کی لئے جان چلو جلد چلو
دیکھو تقدیر کی اب شان چلو جلد چلو
لٹ گیا جو تھا زر و مال گواہی دینا
ننگے سر خالق اکبر کی دھائی دینا

میں نہ سمجھا تھا بھرے گھر کی صفائی ہوگی
ایک مظلوم پہ لاکھوں کی چڑھائی ہوگی
حلق پہ تیغ دودم کس نے چلائی ہوگی
موت کس طرح میرے باپ کو آئی ہوگی
ننھی بچّی کو لعینوں نے ستایا افسوس
گوشوارے چھننے میں کام نہ آیا افسوس

سن کے عابد کا بیان زینب مغموم چلی
کنبہ کو ساتھ لئے بادل مغموم چلی
گوشوارے چھنے دُر لٹ گئے محروم چلی
ہاتھ کانوں پہ دھرے ساتھ میں معصوم چلی
ایک جگہ بیٹھ کر ہر فرد کو زینب نے گنا
ایک بچّی کی کمی بن گئی رقت کی بناء



غل پڑا بالی سکینہ تو سر شام گئی
جس جگہ لے کے گئی گردش ایام گئی
ڈھونڈنے رن کی طرف زینب ناکام گئی
برملا دل سے یہ کہتی ہوئی پیغام گئی
لاش عباس کو مقتل میں نہ پہچانے گی
باپ کے سینے پہ بن سوئے نہیں مانے گی

دن مصیبت سے کٹا رات اندھیری آئی
یاد آنے لگے رہ رہ کے بہن کو بھائی
بچے سب سو گئے اور دشت میں وحشت چھائی
یک بہ یک فرس کے ٹاپوں کی صدا سن پائی
چوبہ خیمہ کو لئے ہاتھ میں ہوشیار رہی
دختر شاہ نجف پہرہ پہ تیار رہی

دور سے دیکھا پڑی رخ پہ نقاب ایک سوار
دوڑا آتا ہے اسی سمت بڑھاتے رہوار
باگ پر ڈال دیا ہاتھ برائے گفتار
دن نکلنے پہ اگر چاہے تو کرنا کوئی وار
بھوک اور پیاس کے مارے ہیں ابھی سوئے ہیں
دشت شاہد ہے یہ معصوم بہت روئے ہیں

بدلے تیور کیا پھر زینبؑ مضطر نے کلام
جانتا تو نہیں میں کون ہوں کیا ہے میرا نام
بھائی شبیر ہے کہتے ہیں جسے شاہ انام
میرے نانا ہیں نبی جن پہ درود اور سلام
قتل کنبہ ہوا برباد ہوئی آئی ہوں
دختر شاہ نجف فاطمہ کی جائی ہوں

ہر وصیت پہ اثر دل سے لیا تھا میں نے
گر کہیں آگیا غصہ تو پیا تھا میں نے
بھائی کو آنکھ سے اوجھل نہ کیا تھا میں نے
گردن شاہ کا بوسہ بھی لیا تھا میں نے
کی مدد غیر کی گر لب پہ علی نام آیا
پھر خطا کیا تھی نہ مشکل میں میرے کام آیا

سن کے زینب کا بیاں رو یا نصیری کا خدا
الٹی چہرے سے نقاب اور لیا سینے سے لگا
ہچکیاں بندھ گئیں ہر سمت ہوا حشر بپا
دشت ملنے لگا بیدار ہوئے آل عبا
عصر کے وقت ملے عرض وسماتھے بابا
جب موئے اکبر و اصغر تو کہاں تھے بابا

سُن حقیقت کہ ترے بھائی سے کچھ دور نہ تھا
امتحاں حق کا نہ ہوتا تو میں مجبور نہ تھا
جلوۂ مدہوشیٔ موسیٰ تو نہ تھا طور نہ تھا
نہ پئے جام شہادت اسے منظور نہ تھا
اسطرح ذبح نہ کر شمر ٹھہر کہتی تھی
فاطمہ زانو پہ خود سر کو لئے بیٹھی تھی

جناب سید سردار حسین صاحب سردار

# در حال جناب علی اکبر

مولا سے میرے نازوں کا پالا نہ اُٹھے گا
زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اُٹھے گا

لاشے پہ کھڑے سوچتے تھے سید والا
اٹھارہ برس ماں نے مرادوں سے تھا پالا
خیمے کی طرف دیکھا کبھی دل کو سنبھالا
دل تھام کے پھل برچھی کا سینے کا نکالا
مولا سے میرے نازوں کا پالا نہ اُٹھے گا
زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اُٹھے گا

اک باپ کو تقدیر نے حالت یہ دکھائی
تھی لاش جواں سامنے اور شہ کی تنہائی
ٹیکے سے کمر باندھ کے میت جو اٹھائی
سر ننگے پھوپی خیمہ سے باہر نکل آئی
مولا سے میرے نازوں کا پالا نہ اٹھے گا
زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اٹھے گا

مقتل میں قیامت کی گھٹا چھا گئی اکبر
نہ جانے تجھے کس کی نظر کھا گئی اکبر
دن بیاہ کے آئے تو اجل آ گئی اکبر
اٹھ جاؤ میرے لال پھوپھی آ گئی اکبر
مولا سے میرے نازوں کا پالا نہ اٹھے گا
زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اٹھے گا

بانو کا یہ ارماں تھا دلہن بیاہ کے لاتی
اس چاند سے چہرے پہ وہ سہرہ بھی سجاتی
صغرا تیرے ان ہاتھوں میں مہندی بھی رچاتی
خود کرتی ہر اک کام نہ بھابی سے کراتی
مولا سے میرے نازوں کا پالا نہ اٹھے گا
زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اٹھے گا

اٹھو علی اکبر تمہیں سینے سے لگا لوں
شادی کی جو رسمیں ہیں ذرا ان کو بڑھا لوں
ابٹن ابھی مل دوں ذرا کنگنا تو کھلا لوں
دولہا نہ بنے تجھے دولہا تو بنا لوں
مولا سے میرے نازوں کا پالا نہ اٹھے گا
زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اٹھے گا

کیا خوب مرے لال یہ شادی ہے رچائی
لائے نہ دُلہن بیاہ کے میت تیری آئی
رُو رُو کے یہ زینب نے دی بابا کو دہائی
شبیر نے خود ہاتھوں پہ یہ لاش اٹھائی
مولا سے میرے نازوں کا پالا نہ اُٹھے گا
زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اُٹھے گا

سب عورتیں مجلس میں جمع ہوتی ہیں اکبر
ماں بہنیں ترے واسطے جاں کھوتی ہیں اکبر
اشکوں سے ترے غم میں یہ مُنہ دھوتی ہیں اکبر
سیدانیاں سر کھولے ہوئے روتی ہیں اکبر
مولا سے میرے نازوں کا پالا نہ اُٹھے گا
زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اُٹھے گا

سردار رضا کار حسینؑ آئے ہیں پُرنم
جبتک بھی دھڑکتے ہوئے سینوں میں رہے دم
برپا علی اکبر کا کریں گے یونہی ماتم
اُٹھ جائیں گے دنیا سے تو رہ جائیگا یہ غم
مولا سے میرے نازوں کا پالا نہ اُٹھے گا
زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اُٹھے گا

جنابِ نسیم امروہوی

# ثانیٔ زہرا جنابِ زینبؑ کی شان میں

## مُسَدَّس

شریکِ صبرِ شہِ مشرقین ہیں زینبؑ
کہ عینِ فاطمہؑ کی نورِ عین ہیں زینبؑ
دلِ محمدؐ و حیدرؑ کا چین ہیں زینبؑ
خدا کی راہ میں بالکل حسین ہیں زینبؑ
حسینؑ مردِ رہِ انقلاب ہیں گویا
یہ عورتوں میں عمل کی کتاب ہیں گویا

حسینؑ صبر کا آغاز ہیں تو یہ انجام
حسینؑ دینِ نبیؐ کی بقا ہیں اور یہ دوام
حسینؑ امام یہ تکمیلِ مدعائے امامؑ
حسینؑ فاتحِ کرب و بلا یہ فاتحِ شام
انہوں نے قصرِ رعونت جلا کے خاک کیا
یزیدیت کا کلیجہ انہوں نے چاک کیا

جنابِ مریم و سارہ کہاں دیں تو جواب
انہیں بھی ثانیٔ زہراؑ ملا نبیؐ سے خطاب
جلالِ حیدرِ صفدر ہے انکے رُخ کی نقاب
جو بول اٹھیں تو علیؑ ہیں جو چپ رہیں تو کتاب
رہیں خموش تو خود ظلم کو حجاب آیا
زبان کھولی تو کوفے میں انقلاب آیا

اگرچہ آلِ کساء میں نہیں ہے اُن کا شمول
مگر پلی تو ہیں پی کر یہ شیرِ بنتِ رسولؐ
وہی علیؑ کی ہے طینت وہی خمیرِ بتولؑ
اُسی چمن کی کلی ہیں حسینؑ جس کے ہیں پھول

یہ کیوں کہوں کہ یہ ایسی ہیں اور ویسی ہیں
بس ایک بات ہے کافی حسین جیسی ہیں

یہ وہ ہیں جن کے اشاروں پہ حق کا کام چلے
حرم اِن ہی کی قیادت میں صبح و شام چلے
یہ رُک گئیں تو پھر عابدؑ نہ ایک گام چلے
ہم ان کو کیا کہیں مرضی پہ خود امامؑ چلے

علیؑ نے بیچ کے سر، لی تھی کبریا کی رضا
اب ان کی بیٹی کی میراث ہے خدا کی رضا

بیاں ہو گیا شرفِ بنتِ شاہِ قلعہ شکن
ملی نبیؐ کی زباں ان کو فاطمہؑ کا ذہن
علیؑ کا طرزِ سخن بھائیوں کا خلق حسنؑ
اس ایک تن میں سمائے ہیں پنجتن کا چلن

عجب نہ تھا جو شہِ خاص و عام ہو جاتیں
نہ ہوتیں پردہ نشیں تو امام ہو جاتیں

عجیب کام کیا تو نے مرحبا زینبؑ
معینِ مقصدِ سلطانِ کربلا زینبؑ
حسین منزلِ حق ہیں تو حق نما زینبؑ
وہ ابتدائے شہادت تو انتہا زینبؑ

برائے نام شہیدوں کا نام رہ جاتا
جو یہ نہ ہوتیں ادھورا پیام رہ جاتا

اخی کے ساتھ کبھی غم کو غم نہیں سمجھا
ستم کو بھائی کی خاطر ستم نہیں سمجھا
علیؑ سے گھٹ کے انہیں ایکدم نہیں سمجھا
حسینؑ نے بھی انہیں ماں سے کم نہیں سمجھا
یہ بھائی وہ ہے کہ جانا بہن کو جاں کی طرح
یہ وہ بہن ہے کہ بھائی کو روئی ماں کی طرح

اخی کے ساتھ تھیں اشکوں سے گرچہ آنکھیں تر
جمی ہوتی تھیں نگاہیں مگر فریضے پر
اُدھر تھا سلسلۂ حادثات پیشِ نظر
اِدھر حفاظتِ ناموسِ احمدؐ و حیدرؑ
اُدھر یہ فکر کہ منجدھار میں سفینہ ہے
اِدھر کلیجے سے لپٹی ہوئی سکینہؑ ہے



جناب نسیم امروہوی

# علمؑ

(مسدس)

کس نجم سے جہاد کی قسمت جوان ہے
کس ماہ کے شرف سے منازل کی شان ہے
کس مہر کے جلال سے خم آسمان ہے
کس کا نشان فتح مُبین کا نشان ہے
مُنہ جس کے دبدبے سے پھرا آفتاب کا
وہ ہے علم جناب رسالتمآبؐ کا

واقف رموزِ رسمِ علم سے علیم ہے

یہ عین ولام عین عطائے کریم ہے

پھر اُس سے مُتصل جو محمدؐ کا میم ہے

ظاہر علیؑ سے قُربتِ خلقِ عظیم ہے

شامل علم بھی دین کی نصِ جلی میں ہے

ہے عین ولام اسمیں وہی جو علیؑ میں ہے

ایسا کوئی نشان کہاں تھا کسی کے پاس

صرف ایک تھا ازل میں خدائے غنی کے پاس

لایا ملک جو صورتِ قرآں نبی کے پاس

حضرت سے مثلِ علم یہ پہنچا علیؑ کے پاس

اُبھرا جو جُھوم جُھوم کے دستِ خدا کے ہاتھ

آیا ہے ہاتھوں ہاتھ شہِ کربلا کے ہاتھ

ہے فتح کا نشاں علمِ شاہِ ارجمند

جس سے نوائے حمد کی عظمت ہوئی دوچند

پرچم کہ مثلِ شہپرِ جبریل سربلند

نیزہ کہ جس سے کفر کا لرزاں ہے بند بند

ہر جنگ میں رسولؐ سے آگے بڑھا ہوا

سر پر اصولِ دین کا پنجہ چڑھا ہوا

آیاتِ کبریا میں نمایاں ہے یہ نشاں

سائے میں جسکے دین کا ہے کارواں رواں

دم سے اسی کے شجرۂ نصرت ہے گلفشاں

تقویٰ کو تقویت ہے تو ایمان کو اماں

پنجہ بھی ہیرا ہے شاہدِ عرفانِ پنجتن

پانچ انگلیوں سے تھامے ہے دامانِ پنجتن

اِس رُعب و داب کا کہیں جرّار ہے کوئی
حمزہ ہے کوئی جعفر طیار ہے کوئی
صفدر مثال حیدرِ کرّار ہے کوئی
بالکل شبیہہِ احمدِ مختار ہے کوئی
ہر اختراع کے لئے ادراک چاہیئے
پنجے کو عزمِ پنجتنِ پاک چاہیئے

شوکت ہے دین کی علمِ مصطفےٰ[ص] کے ہاتھ
خیبر کی فتح جیسے شہہ لافتا کے ہاتھ
پنجہ اشارہ کرتا ہے پیہم ہلا کے ہاتھ
بیعت کرو خدا کے نبی سے بڑھا کے ہاتھ
پنجے میں میرے مژدۂ فتحِ قریب ہے
مجھکو جہاد میں یدِ طولیٰ نصیب ہے

حمزہ[ع] اسی کے فیض سے جرّار ہو گئے
فتحِ مبین کے بعد میں حقدار ہو گئے
جعفر[ع] کو جب ملا تو وہ طیار ہو گئے
حیدر[ع] اسے اٹھاتے ہی کرّار ہو گئے
پتھر میں نصب ہو یہ فقط اسکی شان ہے
خیبر سے پوچھ لو یہ رجل کا نشان ہے

آپس میں کہہ رہے ہیں کچھ اصحاب جاں نثار
زینب[ع] کے لاڈلے بھی ہیں جعفر کے ورثہ دار
کہتے ہیں کچھ دلیر یہ تن تن کے بار بار
بے مثل و بے مثال ہیں عباس[ع] نامدار
بازو حسین[ع] کے ہیں تو شیرِ خدا کے شیر
وہ ہیں نجف کے شیر تو یہ کربلا کے شیر

انصار باوفا ہیں جو یہ قیل و قال ہے
سُنکر عجیب فکر میں زہرا کا لال ہے
مولا کو سب کی دل شکنی کا خیال ہے
کس کس کو دوں نشاں کا علم یہ ملال ہے
عباسؑ اِس شرف کے لئے بے نذیر ہیں
آج اپنے وقت کے یہ جناب امیر ہیں

کیسا نشان نشانی حیدرؑ کی خیر ہو
دشت بلا میں فاطمہ کے گھر کی خیر ہو
عباسؑ اور دلبرِ شبر کی خیر ہو
یا اکبر یا شبیہہ پیمبر کی خیر ہو
قائم رکھے خدا میرے بھائی کی جان کو
عباسؑ آؤ بڑھ کے اُٹھا لو نشان کو

رایت اٹھا کے لائے جو عباسؑ مہ جبیں
انجام کار سوچکر مولا ہوتے حزیں
خیمے سے نکلے دل کو سنبھالے امام دیں
زینبؑ نے چھوٹے بھائی کی بڑھ کے بلائیں لیں
بولیں میں کیا کروں مرے بچے تو خورد ہیں
عباسؑ اب حسینؑ تمہارے سپرد ہیں

نانا کا یہ علم ہے وہ تھے آخری نبی
تم انکی فوج کے ہو علمدار آخری
تا حشر اب جہاں میں اے وارث علیؑ
شہرت تمہارے نام سے ہوگی نشان کی
وہ چُوب خشک کا ہو کہ الماس کا علم
کہلائیگا ہر اک مرے عباسؑ کا علم

دیکھیں گے اور لوگ جو زندہ نہ ہم رہے
کوثر تک اس نشاں کا یہ جادہ و چشم رہے
قاسم جلوس میں بھی وفا کا بھدم رہے
نانا کے ذوالجناح سے آگے علم رہے
رُخ جسطرف ہوا اسکا اُدھر ہے حسینؑ کا
جس گھر پہ نصب ہو وہی گھر ہے حسینؑ کا

***

سید سردار حسین سردار

# نوحہ

رُو رُو کے بانو اسکا دکھڑا سنا رہی ہے
کس کو جگا رہی ہے
تقدیر سو چکی ہے اک غم اٹھا رہی ہے
اک داغ سہہ چکی ہے کسکو سُلا رہی ہے
گھر میں نہیں ہیں اصغر
بانو تمہارا خالی جھولا جھلا رہی ہے
آمیرے لال آجا یہ ماں بلا رہی ہے

گر روٹھ کر گیا ہے چل معاف کر دے آجا
ہے میری گر خطا کچھ چل معاف کر دے آجا
کیوں دیر کر رہا ہے چل معاف کر دے آجا
ہے گود میری خالی چل معاف کر دے آجا
بانو تمہارا خالی جھولا جھلا رہی ہے
آ میرے لال آجا یہ ماں بلا رہی ہے

آ وعدہ کر رہی ہوں گودی سُلاؤنگی میں
روٹھو گے تم جو بیٹا لوری سُناؤنگی میں
کہتی ہے یہ سکینہ جھولا جھلاونگی میں
بن تیرے بھیا اب تو واپس نہ جاؤنگی میں
بانو تمہارا خالی جھولا جھلا رہی ہے
آ میرے لال آجا یہ ماں بُلا رہی ہے

اس کمسنی میں بیٹا مرنے کو تم سدھارے
بانو نے بیٹا تیرے گیسو نہیں سنوارے
منت نہیں بڑھائی صدقے نہیں اُتارے
ارمان دلمیں بیٹا رہ جائے نہ ہمارے
بانو تمہارا خالی جھولا جھلا رہی ہے
آ میرے لال آجا یہ ماں بُلا رہی ہے

جنگل ڈراؤنا ہے اور رات کی تنہائی
ماں کے بغیر بیٹا ہے کیسے نیند آئی
جھولا نہیں جھلایا لوری نہیں سنائی
راس آئے گی نہ اصغر مادر کو یہ جدائی
بانو تمہارا خالی جھولا جھلا رہی ہے
آ میرے لال آجا یہ ماں بُلا رہی ہے

پاس ہو تم

تنہا ہو یا کہ اپنے بابا کے پاس ہو تم

پھر عونؑ یا محمدؑ، قاسمؑ کے پاس ہو تم

میں کیسے مان جاؤں اکبرؑ کے پاس ہو تم

پھر کس کے پاس ہو تم

عباسؑ نہر پر ہیں جھولا جھلا رہی ہے

بانو تمہارا خالی جھولا جھلا رہی ہے

آمیرے لال آجا یہ ماں بلا رہی ہے

*

علامہ جمیل مظہری پٹنہ

# منظرِ شامِ غریباں

دشت میں گنج شہیداں کی بہار ایک طرف

زرد چہروں پہ یتیمی کا غبار ایک طرف

دھیمی دھیمی سی وہ اشکوں کی پھوار ایک طرف

سہمی سہمی ہوتی پانی کی پکار ایک طرف

ہنہناتے ہوئے گھوڑوں کی صدا ایک طرف

سوکھے سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ دعا ایک طرف

موجیں دریا کی ہیں خاموش ہوا نیند میں ہے
بیکسی چُپ ہے گروہِ شُہدا نیند میں ہے
ہر اسیرِ الم و رنج و بلا نیند میں ہے
سوئی ہے غیرتِ حق قہرِ خُدا نیند میں ہے
کون پہرے پہ ہو بنتِ اسدِ رب کے سوا
کوئی بیدار نہیں ہے دلِ زینب کے سوا

آنکھیں اشکوں سے ہیں نم روح حزیں قلب اُداس
بال چہرے پہ پریشاں ہیں مگر جمع حواس
ہاتھ میں نیزۂ خطی لئے با حالتِ یاس
کبھی اِس لاش کے پاس اور کبھی اُس لاش کے پاس
کبھی خیمہ میں ہیں عابد کی چٹائی کے قریب
کبھی عباسؑ کے لاشے پہ ترائی کے قریب

کبھی کہتی ہیں کہ حضرت گئے مارے عباس
تم کو نیند آگئی دریا کے کنارے عباس
جو فرائض متعلق تھے تمہارے عباس
انکا بوجھ اب میرے کاندھے پہ ہے پیارے عباس
بارِ غم اِس کے علاوہ ہے دبی جاتی ہوں
دو سہارا مجھے اٹھ کر کہ جھکی جاتی ہوں

کبھی لاشِ شہِ والا سے یہ کرتی تھیں کلام
آپ نے سونپ دیا ہے مجھے عباسؑ کا کام
بھیجئے ان کو کہ ہلکی ہو میری پیٹھ امام
آپ خاموش ہیں کیوں لیجئے زینب کا سلام
لائی ہے شدتِ غم اشک فشانی کے لئے
اٹھئے آئی ہے بہن آئی ہے فاتحہ خوانی کے لئے

وعدہ کرتی ہوں کہ جس راہ سے جاؤنگی میں
اس کے ہر موڑ پر تاریخ بناؤنگی میں
قوم کو آپ کا پیغام سناؤنگی میں
انکی سوئی ہوئی غیرت کو جگاؤں گی میں
تربیت یافتہ یا شاہِ زمن آپکی ہوں
یہہ سمجھ لیجئے بھیا کہ بہن آپ کی ہوں

کہہ کے یہ چُپ جو ہوئی دختر شاہ دوسرا
سسکیاں لینے لگا رات کا وہ سناٹا
آئی خاتون قیامت کے جو رونے کی صدا
رخ بیابان کی طرف کر کے یہ زینب نے کہا
آپ اب نیند سے چونکی ہیں دہائی اماں
لٹ چکا گھر تو سواری ادھر آئی اماں



دوپہر میں ہوا بی بی کا بھرا گھر خالی
خیمۂ قاسم و عون و علی اکبر خالی
آئیے دیکھئے گہوارۂ اصغر خالی،
ہوا بے چوبہ عباس دلاور خالی
اب نہ بیٹے ہیں نہ پوتے نہ نواسے اماں
لڑے دو لاکھ سے دو روز کے پیاسے اماں

جرأتیں حیدر و صفدر کی دکھائیں سب نے
صفیں میدان میں ہنس ہنس کے جمائیں سب نے
سوکھے ہونٹوں پہ زبانیں نہ پھرائیں سب نے
ندیاں خون کی دریا پہ بہائیں سب نے
کیا کہوں شان علمدار دلاور اماں
مشک تو بھر لی مگر لب نہ کئے تر اماں

جسم صد پارہ لئے قاسم بے پر آیا
ماں کے آنسو نہ بہے مر کے پسر گھر آیا
باپ کے ہاتھوں پہ مردہ علی اصغر آیا
اور پسینہ بھی نہ بھائی کی جبیں پر آیا
اونچا ہاشم کے گھرانے کا بہت نام کیا
آج تو آپ کی بہنوں نے بڑا کام کیا

آپ روتی ہیں تو روئیں مگر انصار کو روئیں
روئیں احرار کو جب سید احرار کو روئیں
اسکا احسان ہے ہم پر حُر جرار کو روئیں
کون روئے گا اسے جونِ وفادار کو روئیں
وہ بھی سمجھیں انہیں خاتون جناں روتی ہیں
اس طرح روئیے جسطرح سے ماں روتی ہیں

قوم میں فرض کا احساس جگایا اس نے
چہرے وقت کو آئینہ دکھایا اس نے
فرض نانا کی محبت کا چکایا اس نے
کشت اسلام میں خون اپنا بہایا اس نے
جو بھی پونچی تھی پئے بخشش امت دیدی
آپ کے دودھ کے ہر قطرہ کی قیمت دیدی

شکوہ کیا لٹ جو گیا خیمۂ عصمت اماں
تھی وہ میراثِ نبی لے گئی اُمت اماں
شکر اِس کا جو ملا اجر رسالت اماں
دیکھئے دست و گلو کی میرے زینت اماں
کیوں نہ یہ طوق یہ کنگن مجھے پیارا ہوگا
آپ نے یوں نہ کبھی مجھ کو سنوارا ہوگا

چلیے خیمہ کی طرف حالِ نشیمن سنیے
داستان برق کی افسانہ خرمن سنیے
خاموشی جس کو سناتی ہے وہ شیون سنیے
چلیے چل کر دلِ بیمار کی دھڑکن سنیے
آئیے خاک پہ لے جا کے بٹھادوں اماں
اب تو چادر بھی نہیں ہے جو بچھادوں اماں
وقت نے سونپ دیا فرض قیادت مجھ کو
جینے دیتا نہیں احساس امانت مجھ کو
اب تو رونے کی بھی ملتی نہیں فرصت مجھ کو
کیا کہے گی علی اکبرؑ کی محبت مجھ کو
وہ جو سوئی ہے تو سوئے شہدا آئی ہوں
لوریاں دے کے سکینہ کو سلا آئی ہوں

مجھ کو اٹھنے نہیں دیتا کوئی بچہ اماں
میں جو بیٹھوں تو پھرے کون طلایہ اماں
اس کو بہلاؤں کہ دوں اس کو دلاسا اماں
وہ اگر باپ کو پوچھیں تو کہوں کیا اماں
یہ تو ممکن ہے کہ لونڈی بنوں دایا بن جاؤں
کس طرح ان کے لئے باپ کا سایہ بن جاؤں

سید سردار حسین سردار

# جنابِ زینبؑ

## خیمونمیں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

شامِ غریباں اور ہیں خیمے جلے ہوئے
بالوں سے پردہ داروں کے چہرے چھپے ہوئے
اہلِ حرم ہیں خاک پہ قیدی بنے ہوئے
بیٹھے ہیں اک مقام پہ قیدی لٹے ہوئے
اِک دنمیں گھر اجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیمونمیں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے



مشکل کشا کی لاڈلی مشکل میں آئی ہے
دُرّے لگا رہے ہیں ستمگر دُھائی ہے
بے پردہ کر دیا ہے قیامت یہ ڈھائی ہے
بابا تمہیں بُلاتی ہے زینبؑ تنہائی ہے
اِک دنمیں گھر اُجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیمونمیں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

بابا ہمارے گھر کو جلایا لعینوں نے
پانی دکھا دکھا کے بہایا لعینوں نے
بیمارِ کربلا کو رُلایا لعینوں نے
زینبؑ کو سر برہنہ پھرایا لعینوں نے
اِک دنمیں گھر اُجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیمونمیں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

اصغرؑ کو رو چکی علی اکبرؑ کو رو چکی
ماجائے بھائی حیدرؑ صفدرؑ کو رو چکی
بس انتہا یہ ہے کہ بہتّرؑ کو رو چکی
زینبؑ تو فاطمہؑ کے بھرے گھر کو رو چکی
اک دم میں گھر اُجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیمو نمیں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

گردن میں باہیں ڈال کے رُوئی جگر فگار
رانڈوں کا لے کے قافلہ بیٹھی ہے سوگوار
تسکین دے رہی ہیں بھتیجے کو بار بار
رن سے پلٹ کے آتے نہ عباسؑ نامدار
اک دم میں گھر اُجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیمو نمیں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

اصغر نہیں ہیں ساتھ مدینے نہ جاؤنگی
کڑیل جوان مرگیا کیسے سناؤنگی
اجڑی ہوئی رباب کی گودی دکھاؤنگی
اپنی مریضہ بیٹی سے خود منہ چھپاؤنگی
اک دم میں گھر اُجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیمو نمیں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

صغراؑ نے دن گذارے ہیں اکبرؑ کی یاد میں
گیسو نہیں سنوارے ہیں اصغرؑ کی یاد میں
کپڑے نہیں اتارے ہیں سرور کی یاد میں
بیمار ہو گئی ہے بہتّرؑ کی یاد میں
اک دم میں گھر اجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیمو نمیں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

قیدی بنا رہے ہیں ستمگر میں کیا کروں
تنہا ہے میرا عابدؑ مضطر میں کیا کروں
اے فاطمہؑ کے لاڈلے دلبر میں کیا کروں
ظالم پھرا رہے ہیں کھلے سر میں کیا کروں
اک دنمیں گھر اجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیمونمیں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

بابا مدد کو آئیے خیر الانام کی
خیمے جلائے لوٹ لی مسند امام کی
خنجر سے ہائے پیاس بجھی تشنہ کام کی
اب سختیاں اٹھاؤنگی میں فوج شام کی
اک دنمیں گھر اجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیمونمیں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

قاسم کی لاش پر کبھی اصغرؑ کی لاش پر
معصوم سر پٹکتی ہے حیدرؑ کی لاش پر
زینبؑ تڑپتی آئی ہے سرور کی لاش پر
رو رو کے بین کرتی ہے اکبرؑ کی لاش پر
اک دنمیں گھر اجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیمونمیں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

مقتل سے آرہی ہیں صدائیں یہ بار بار
ہم سو رہے ہیں خاک پہ تم رہنا ہوشیار
اے فاطمہؑ کی لاڈلی بھائی کی جان نثار
تم قافلے کی قافلہ سالار سوگوار
اک دنمیں گھر اجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیمونمیں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

کیسے کہوں میں شاہ کی ہمشیر الوداع
اے فاطمہؑ کی لاڈلی دلگیر الوداع
اہل حرم کی آل کی توقیر الوداع
سردار سوگواروں کی جاگیر الوداع
اک دن میں گھر اُجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیموں میں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

سردار حسین سردار

# نوحہ

شب اندھیری ہے اصغرؑ چلو گھر چلو
کب سے روتی ہے مادر چلو گھر چلو
اُٹھ کے دیکھو تو بھیا سکینہ ہوں میں
دخترِ قلبِ شاہِ مدینہ ہوں میں
سُونا سُونا ہے سب گھر چلو گھر چلو
خالی جھولا ترا اماں جھلاتی رہی
لوریاں دے کے تجھ کو سلاتی رہی
ماں بلاتی ہے تم کو چلو گھر چلو

گھٹنیوں تم کو چلنا سکھاؤں گی میں
وعدہ کرتی ہوں جھولا جھلاؤنگی میں
بن ترے دل ہے مضطر چلو گھر چلو
واسطہ تم کو اکبرؑ کا دیتی ہوں میں
کیا سناؤں تمہیں غم جو سہتی ہوں میں
لٹ گیا فاطمہؑ کا بھرا گھر چلو
مجھ کو ظالم طمانچے لگاتے رہے
مسکراتے رہے ظلم ڈھاتے رہے
لوٹ لی سر سے زینبؑ کی چادر چلو



اب مرا کوئی بھیا سہارا نہیں
تم ہو مجھ سے جدا یہ گوارا نہیں
اب نہ عباسؑ ہیں نہ اکبرؑ چلو
بن ترے آج بھیا نہ گھر جاؤں گی
تم نہ واپس چلو گے تو مر جاؤں گی
لینے آئی ہے خواہر چلو گھر چلو
جب تلک باقی سر دار پانی رہے
یاد اصغرؑ کی تشنہ دہانی رہے
آج کوثر کے مالک ہیں سرور چلو
شب اندھیری ہے اصغرؑ چلو گھر چلو

جناب نسیم امروہوی صاحب

# مُسدّس

## در حالِ جنابِ فاطمہ زہرا

مسند نشین بزم طہارت ہے فاطمہ
دُرِ یتیم تاجِ شفاعت ہے فاطمہ
نفسِ نفیس جسمِ رسالت ہے فاطمہ
اصلِ اُصولِ نخلِ امامت ہے فاطمہ
شوہر خلیلِ عصر تو بیٹے ذبیح ہیں
مریم کا ایک آپ کے گیارہ مسیح ہیں

مریم بھی ان سے کم ہیں مسیحا سے پُوچھ لو
آدھا بھی مرتبہ نہیں سارہ سے پُوچھ لو
اپنوں کا کیا ہے تذکرہ اعدا سے پُوچھ لو
جاؤ مباحلہ میں نصارہ سے پُوچھ لو
زہرا سی عورتیں ہیں نہ حیدر سے مرد ہیں
ختم رسُل کے بعد یہ زوجین فرد ہیں

چمکا وجود فاطمہ سے پنجتن کا نُور
نفس نبی کا نور رسُولِ زمن کا نُور
قائم ہے تا قیام حسینؑ و حسنؑ کا نُور
وجہ بقا بنا ہے علی کی دلہن کا نُور
جلوے سے دین کے جو زمین رشک طور ہے
یہ فاطمہؑ کے نور کا سارا ظہور ہے

یہ جانِ مصطفیٰ صفت بوتراب ھیں
بیٹے شریکِ نورِ رسالت مآب ھیں
ماں مطلعِ شرف تو پسر آفتاب ھیں
اُمّ الکتاب یہ ہیں وہ گویا کتاب ھیں
زہرا نے اپنی گود میں کیا لال پائے ہیں
منزل میں بولتے ہوئے قرآں آئے ہیں

عالم میں ہے محیط رخِ پُرضیا کا نُور
ذرہ ہے جیسے سامنے شمس الضحیٰ کا نُور
چادر چھپا سکے گی نہ یہ انتہا کا نُور
جبتک ردائے پاک نہ ہو مصطفیٰ کا نُور
لازم تھا چونکہ نُور سے پردہ بتول کا
رُخ پہ سمٹ کے آگیا سایہ رسُول کا

صورت سے آشکار ہے سیرت رسُول کی
میراث میں ملی ہے کرامت رسُول کی
باتیں رسُولؐ کی تو فصاحت رسُول کی
تطہیرِ فاطمہ ہے طہارت رسُول کی
وارث نبی کے علم کی تنہا بتول تھیں
پردہ نشین نہ ہوتیں تو یہ بھی رسول تھیں

کیونکر بیاں ہو بنتِ شہہ انبیاء کا اوج
روشن نگین ختمِ نبوت ہے جسکا زوج
وہ قُلزمِ شرف کہ طہارت ہے جسکی موج
عصمت کا تاج طبل کرم معجزوں کی فوج
کامل ہیں جس کے چاند شہہ بدر کی طرح
پُوتا حجاب میں ہے شبِ قدر کی طرح

بی بی پہ ہے طہارت و عصمت کا خاتمہ
شوہر پہ ہے شجاعت و ہمت کا خاتمہ
بابا وہ ہے کہ جس پہ نبوت کا خاتمہ
پوتا وہ ہے کہ جس پہ امامت کا خاتمہ
زہرا نہ ہو تو دین کا قصہ تمام ہے
نام خدا انہیں سے محمدؐ کا نام ہے

پردے میں واں تھی بنت شہنشاہِ مشرقین
یاں بے نقاب فاطمہؑ زہرہ کی نورِ عین
واں تھیں مخدرات رجز خواں بزیب و زین
یاں پڑھ رہا تھا کیف کا سورہ سرِ حسینؑ
کہتی تھی روحِ مریم و حوا دہائی ہے
مشکل کشا کی لاڈلی بندی میں آئی ہے



حوریں وہاں تھیں ساتھ بصد شوکت و جلال
یاں فاطمہ کی روح پریشان کئے تھی بال
پر مارنے کی واں نہ پرندے کو تھی مجال
یاں تازیانے مارتا تھا شمرِ بد خصال
عباس تھے مدد کو نہ شاہ جلیل تھے
خون بہہ رہا تھا جسم سے شانوں پہ نیل تھے

زارؔ عظیم آبادی پٹنہ

# سیّدہؑ کے لال تجھ کو عمر بھر رو ئینگے ہم

کیا فقط ماہ محرّم دیکھ کر روئیں گے ہم
سیّدہؑ کے لال تجھ کو عمر بھر روئیں گے ہم
کیوں کوئی پوچھے کہ آخر کس قدر روئیں گے ہم
روز و شب روئیں گے ہم شام و سحر روئیں گے
سیّدہؑ کے لال تجھ کو عمر بھر روئیں گے ہم

ہم ہوتے پیدا فقط رونے رلانے کیلئے
وعدہ حق کو بروئے کار لانے کیلئے
ایک باقی معجزہ ہیں ہم زمانے کیلئے
تا ابد مظلومی شبیر پر روئیں گے ہم
سیّدہؑ کے لال تجھ کو عمر بھر روئیں گے ہم

فخر ہے اس پر کہ قوم گریہ کن پایا خطاب
ہے عزاداری ہمارے واسطے راہ ثواب
جب نظر آئے کہیں گرمی میں ٹھنڈا جام آب
مثل شبنم بن کے مثل ابر تر روئیں گے ہم
سیّدہؑ کے لال تجھ کو عمر بھر روئیں گے ہم

نوحہ و ماتم غمِ سرور میں سودا ہی سہی
مجلسوں میں آہ و زاری فعل بے جا ہی سہی
یہ علم تابوت دُلدُل ایک تماشہ ہی سہی
کچھ کہے ہنستی رہے دنیا مگر روئیں گے ہم
سیدہؑ کے لال تجھ کو عمر بھر روئیں گے ہم

وارداتِ کربلا سب کو سناتے جائیں گے
یادگارِ روزِ عاشورہ مناتے جائیں گے
نوحہ کرتے جائیں گے آنسو بہاتے جائیں گے
فطرتِ اسلام کے زیرِ اثر روئیں گے ہم
سیدہ کے لال تجھ کو عمر بھر روئیں گے ہم



کیوں نہ ہر دم بیکس و مظلوم کا ماتم کریں
کم ہے جتنا بھی شہیدانِ وفا کا غم کریں
ہے یہ فطرت کا تقاضہ گریہ پیہم کریں
قلب کو تسکین ہو گی جس قدر روئیں گے ہم
سیدہ کے لال تجھ کو عمر بھر روئیں گے ہم

گریہ و زاری ہمارا دین ہے ایمان ہے
جانِ عزائے سید مظلوم پر قربان ہے
روتے روتے دم نکل جائے یہی ارمان ہے
ہاں در و دیوار سے ٹکرا کے سر روئیں گے ہم
سیدہ کے لال تجھ کو عمر بھر روئیں گے ہم

ہم عزاداروں کو کچھ رونے ہی میں آتا ہے چین
مر کے بھی دل میں رہے گا دردِ شاہِ مشرقین
قبر میں تلقین کے وقت آئیگا جب نامِ حسینؑ
دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر روئیں گے ہم
سیّدہؑ کے لال تجھ کو عمر بھر روئیں گے ہم

حشر میں جس وقت خاتونِ قیامت آئیں گی
اور اسبابِ شفاعت ساتھ اپنے لائیں گی
دو بریدہ دستِ سقائے حرم دکھلائیں گی
کہہ کے وا عباسؑ پیشِ دادگر روئیں گے ہم
سیّدہؑ کے لال تجھ کو عمر بھر روئیں گے ہم



کربلا میں کاش ہم ہوتے بوقتِ گیرودار
اپنی جانیں دلبرِ زہراؑ پر کر دیتے نثار
جلد روزِ انتقام آجائے اے پروردگار
کب تلک ناکامیِ تقدیر پر روئیں گے ہم
سیّدہؑ کے لال تجھ کو عمر بھر روئیں گے ہم

علامہ جمیل مظہری پٹنہ

# مُسدّس

## درِ حال حضرت عونؑ و محمدؑ

وہ محبت جو لڑکپن میں کٹاتی ہو گلے
وہ ذہانت کہ بزرگوں کا دیا جس سے جلے
وہ سخاوت کہ جو ایمان کے سانچے میں ڈھلے
وہ شجاعت کہ جو تلوار کے سائے میں پلے
اِن کو میراث میں ماموں سے مِلی ماں سے مِلی
موت غازی کی شہیدوں کے دلبتاں سے مِلی



دیکھکر اِن کو نہ کیوں پیرِ فلک آنکھ ملے
وہی پیشانیاں اُونچی وہی خمدار گلے
اِن سے سبطینِ رسالت کا نہ کیوں نام چلے
ایک ہی گھر میں پلے ایک ہی سانچے میں ڈھلے
کوہ بھی آئے تو مڑتا نہیں جادہ جنکا
موت کے مُنہ پہ طمانچہ ہے ارادہ جنکا
باپ پروردۂ اشفاق رسُول الثقلین
جو علی کی شفقت میں تھا شریکِ حسنین
اسکے شاگرد جو تھا قوت بازوئے حسینؑ
جسکے سینے میں دل فاتحِ صفین و حنین
جوشِ عباس دلاور حقِ خدمت میں مِلا
حوصلہ فاتحِ خیبر کا وراثت میں مِلا

ماں وہ مخدومہ ملت جو ہدایت میں شریک
مثل عباس شہہِ دین کی رفاقت میں شریک
حق کی تبلیغ میں مقصد کی اشاعت میں شریک
ساتھ عابد کے رہیں کار امامت میں شریک
وارث سیرت صدیقہ کبرا بھی ہوتیں
حامل سوز دل فاطمہ زہرا بھی ہوتیں

ایک افسانۂ ایثار ہے ہمت اِن کی
بے نقابی میں بھی برقعہ ہوئی غیرت اِن کی
نہ سہی چادر تطہیر میں شرکت اِن کی
معنیٔ آیہ تطہیر تھی سیرت اِن کی
آنکھیں اس بردیمانی سے ملے بھی ہوتیں
ہوتیں اس روز تو چادر کے تلے بھی ہوتیں



پیٹھ پر ہاتھ دھرا اور علم دے کے کہا
اس کو پہچانتے ہو تم یہ علم ہے کس کا
یہ وہی رایت اسلام ہے جس کو بیٹا
جنگ موتہ میں لڑے لے کے تمہارے دادا
اپنے ساتھ اپنے بزرگوں کا حشم لیے چلو
ماموں قرباں ہو کچھ دور علم لے کے چلو

یہہ علم پرچم تقدیر امم ہے بیٹا
اس کے سائے میں عرب اور عجم ہے بیٹا
سن لو تفصیل بھی گو وقت تو کم ہے بیٹا
کن روایات کا حامل یہ علم ہے بیٹا
اس کا مقصد نہیں قبضہ کسی آبادی کا
کہ یہہ رایت ہے مساوات کی آزادی کا

آج اُسی پاک سیاست کا نشان ہے یہ علم
ناشرِ فلسفۂ امن و امان ہے یہ علم
خلق پر سایۂ ربِ دو جہاں ہے یہ علم
کتنے معصوموں کی آہوں کا دھواں ہے یہ علم
معرکے میں علم سرورِ عالم نہ جھکے
ہاتھ کٹ جائیں علمدار کا پرچم نہ جھکے
شہہ مردان کی شجاعت کے نمونے دکھلائے
ماں کے اقبال سے پروان چڑھے خون میں نہائے
سُرخ رو ہو کے پھرے بل بھی جبینوں پہ نہ لائے
یہہ ہے راوی کا بیان سامنے لاشے جب آئے
دل پہ اُس کو جلی ماں نے بڑا جبر کیا
جسپہ تاریخ کو حیرت ہوئی وہ صبر کیا





واہ رے صبر کہ بیٹوں کا نہ پھر نام لیا
مگر اس وقت کہ جب رن میں گھرے شاہ ہدا
استغاثہ کی جو آنے لگی کانوں میں صدا
آ کے ڈیوڑھی پہ یہ بیٹوں کو پکاری دُکھیا
وقت ماموں پہ ہے اے فخرِ ابو جد آؤ
ناؤ اب ڈوبتی ہے عون و محمد آؤ
لاش تم دونوں کی مقتل میں پڑی ہے بیٹا
دن تو ڈھلتا ہے مگر دھوپ کڑی ہے بیٹا
چونکو غش سے کہ مصیبت یہ بڑی ہے بیٹا
آلِ احمد پہ قیامت کی گھڑی ہے بیٹا
ذبح ماموں کو کریں بہنوں کا زیور چھینیں
وقت اب وہ ہے کہ اعدا میری چادر چھینیں

تول میزان عدالت پہ ذرا ربِ جلیل
اک طرف صبرِ حسینؑ ایک طرف عزمِ خلیلؑ
شرط انصاف ہے اے خالقِ افکارِ جمیل
اس طرف عون و محمد ہیں اُدھر اسمٰعیلؑ
ذبحِ فرزند پہ راضی بہ ارادہ تو نہ تھیں
حاجرہؑ صبر میں زینبؑ سے زیادہ تو نہ تھیں



نجم الحسن صاحب کندرکی

# نوحہ

عاشور کا دن ہے پچھلا پہر تیروں کی گھٹا سی چھائی ہے
کیا وعدۂ طفلی یاد آیا شبیرؑ پہ آفت آئی ہے
پیاسی تھی بہت نیزے کی انی جو سینے پر بڑھ کر کھائی ہے
اکبرؑ نے پلا کر دل کا لہو برچھی کی پیاس بجھائی ہے
بھائی کی وصیت کو سن کر شہ اپنی تمنا کہہ بیٹھے
عباسؑ سدا آقا ہی کہا اِک بار تو کہہ دو بھائی ہے
شسشما ہے کی میت کو شہ نے پہلے تو سپردِ خاک کیا
پھر دل کو پکڑ کر کہہ اٹھے اب صبر کی منزل آئی ہے

رخسار ہیں کچھ بھاری بھاری کانوں سے لہو بھی ہے جاری
مقتل میں شکایت کرنے کو معصوم سکینہؑ آئی ہے

چھ ماہ کا بچہ پیاسا ہے سنسان ہے بن سناٹا ہے
اے لال ہمک کر گود میں آ، ماں دودھ پلانے آئی ہے



جناب نسیم امروہوی صاحب

# مُسدّس

## درحالِ امام زین العابدین علیہ السلام

مُصحفِ منزلِ یٰسین مبین ہیں سجاد
خضرِ وادیٔ عرفان و یقین ہیں سجاد
خاتمِ صبر و تحمل کے نگیں ہیں سجاد
چار معصوموں کے سجادہ نشیں ہیں سجاد
خلق میں جیسے علی ہیں شہہ لولاک کے بعد
ہو بہو ایسے ہیں یہ پنجتن پاک کے بعد

وارث دبدبہ وزور خداداد علیؑ
غم میں پابند رضا یوسف آزاد علیؑ
ضامن نسل بنی آدم اولاد علیؑ
خود بلاؤں پہ بلاؤں کے لئے نادِ علیؑ
غیر بھی کہتے ہیں سن سن کے وظیفہ انکا
دین و دنیا کی امانت ہے صحیفہ انکا

حق کے محبوب کے پیارے کے دلارے یہ ہیں
آل کی ڈوبتی کشتی کے سہارے یہ ہیں
قمر فاطمہ کی آنکھ کے تارے یہ ہیں
چاند کے چاند ستارے کے ستارے یہ ہیں
کیوں نہ ہو دافع ظلمت یہ شہہ بدر کا چاند
جسکا پوتا بھی جہاں میں ہے شب قدر کا چاند



فلکِ صبر و تحمل کے ہیں یہ ماہ تمام
حلم میں آئینہ علمِ رسول اسلام
اک تو ہمنام علی دوسرے حق کے ہمنام
تیسرے عترت محبوب خدا جو تھے امام
جنکے نانا ہیں محمدؐ یہ ولی ایسے ہیں
جنکا بیٹا بھی محمدؐ یہ علی ایسے ہیں

نائب ختم رسل ہیں یہ امام ازلی
خود ولی اور ولی عہد محمدؐ سا ولی
چمن صبر کے گل، باغ شفاعت کی کلی
نورِ عین نبوی، نرگس بیمار علیؑ
سب سے آگے رہ تسلیم میں بیمار بڑھا
شکر بڑھتا ہی گیا جس قدر آزار بڑھا

کیوں نہ ہو خلق سے اعلیٰ یہ امامِ ازلی
ان کے پوتے بھی علی خود بھی علی جد بھی علی
وہ بھی مولائے جہاں یہ بھی دو عالم کے ولی
فرق دونوں میں ہے اتنا کہ وہ گل ہیں یہ کلی
آگے پیچھے ہیں رواں دونوں یہ ایمان کے چاند
مرتضیٰ ماہ رجب ہیں تو یہ شعبان کے چاند

اے زہے منزلت نورِ نگاہِ شبیر
معنیٔ حلم کی گویا ہے سراپا تصویر
یوں ہوئے شام میں یہ طوق پہنکر تشہیر
بن گئی کشتیٔ اسلام کا لنگر زنجیر
شوق سے جھیلی کڑی عقدہ کشائی کے لئے
ہو گئے قید غلاموں کی رہائی کے لئے



ایسا عابد کہیں دیکھا نہ عبادت ایسی
جو کہ اسلام کا قامت ہے اقامت ایسی
طاعتِ رب کی جو ہے جان اطاعت ایسی
آجتک دین ہے سرسبز ریاضت ایسی
روز و شب ذکر سے شاداں دلِ ناشاد ہوا
اتنے سجدے جو کئے نام بھی سجاد ہوا

بڑھ گئے حلم میں سجاد مریض و دلگیر
ماں پھوپی ہو گئیں سب سامنے آنکھوں کے اسیر
شوق میں بخششِ اُمت کے پہن لی زنجیر
ساربان نیچے ہوئے ساتھ حرم کے تشہیر
دم بدم ضُعفِ نقاہت سے جو گر جاتے تھے
تازیانے کبھی کھاتے کبھی غش کھاتے تھے

چرخ کا دیکھ کے نیرنگ میانِ دربار
غم نصیبوں کو ملا گوشۂ زنداں میں قرار
وہ مریضِ غمِ فرقت وہ مکاں تیرہ و تار
درو دیوار شکستہ کہیں عقرب کہیں مار
رحم کھاتا تھا کوئی اور نہ کہا سنتا تھا
ایک تو ہند حزیں ایک خدا سنتا تھا

***



جناب سید علی مہدی صاحب برامپور

## تخیل جناب علی اصغر

# مسدّس

## اگر میں معرکہ کربلا میں جواں ہوتا تو کیا ہوتا اور کیا کرتا

لڑ کے میدان میں جب پیرو جواں کام آئے
روندتے لاشوں کو جب دشمنِ اسلام آئے
سنسناتے ہوئے تیروں کے یہ پیغام آئے
اور پھر جوش میں واں اصغرِ گلفام آئے
بے زبانی پہ یہ بھی اسلام کے دم ساز ہیں یہ
دل ہلے جاتے ہیں سب فوجوں کے جانباز ہیں یہ

حرملہ ہوش میں آ شیروں کا شیر آتا ہے
شہسوار ایسا ہے آنکھوں میں کھپا جاتا ہے
بھوک اور پیاس میں تیروں کی ہوا کھاتا ہے
نام جس کا ہے تبسم وہ کماں لاتا ہے
صبر کا تیر تبسم کی کماں میں جوڑے
منتظر ہے کہ ترے تیر و کماں کو توڑے

## مقابلہ

تو اگر ہے شبِ تاریک تو یہ نورِ سحر
تو اگر کفر کی تلوار یہ ایماں کی سپر
بزدلی جتنی ترے پاس یہ اتنا ہی نڈر
تو اگر مقصدِ عنتر تو یہ عزمِ حیدرؑ
تو یزیدی تو محمدؐ کا سپاہی یہ ہے
خواب سے ہوش میں آ قہرِ الٰہی یہ ہے



تو اگر ظلم کا طوفاں تو یہ غم کا ساحل
تو اگر قاتلِ ایماں تو یہ حق کا بسمل
تو اگر ظلمتِ ناقص تو یہ ماہِ کامل
تو اگر پیکرِ باطل تو یہ اسلام کا دل
ہمہ تن کفر ہے تو حق کا دلارا یہ ہے
بدنما داغ ہے تو عرش کا تارا یہ ہے

تو خزاں، گلشنِ اسلام کی بُو باس ہے یہ
منزلِ حق سے بہت دور ہے تُو پاس ہے یہ
یاس ہی یاس ہے تو اور ہمہ تن آس ہے یہ
تو جو بے حس ہے تو پیغمبرِ احساس ہے یہ
سرخئ ظلم ہے تو درد کا عنواں یہ ہے
جس میں جذبات کی تفسیر ہے قرآں یہ ہے

طالبِ کفر ہے تو حق کا طلبگار ہے یہ
موت سے ڈرتا ہے تو زیست سے بیزار ہے یہ
خوابِ غفلت میں ہے تو طالعِ بیدار ہے یہ
تجھ سے مرحب کیلئے حیدرِ کرارؑ ہے یہ
جنگ کے نام سے تو موت کو آغوش نہ کر
اپنی گزری ہوئی تاریخ فراموش نہ کر
منکروں کا ہے تقاضہ کہ یہ دعویٰ ہے اگر
آؤ اور آکے دکھا دو تو ذرا کچھ جوہر
بے زبانی میں اشاروں سے بتا دو اصغرؑ
بات تو جب ہے کہ جھک جائے ہر اٹھا ہوا سر
لبِ خاموش سے دنیا کو سبق مل جائے
کفر کے چاہنے والوں کو بھی حق مل جائے



## تخیل

جنبشِ لب سے صدا آئی نبی زادہ ہوں
جس میں سب کچھ ہی لکھا وہ ورقِ سادہ ہوں
دشمنِ کفر ہوں اسلام کا دلدادہ ہوں
جنگ کرنے کے لئے لاکھوں سے آمادہ ہوں
میں فنا ہوں گا تو اسلام بقا پائے گا
کارنامہ مرا اشکوں سے لکھا جائے گا
کیا مسلمانوں کو غم ہے میں اگر پیاسا ہوں
تین دن سے نہ ہوئے لب مرے تر پیاسا ہوں
اب یہ عالم ہے کہ کہتی ہے نظر پیاسا ہوں
میں دلِ ساقیٔ کوثر ہوں مگر پیاسا ہوں
جان دینے کی تمنا ہے جو بیتاب ہوں میں
آبرو دین کی رہ جائے تو سیراب ہوں میں

تشنگی میری زمانے کے لئے جام و سبو
میرے کمہلانے سے پھیلی ہے چمن میں خوشبو
سینۂ دہر میں پیوست ہے پیکانِ گلو
سُرخیِ کرب و بلا بن کے رہا میرا لہو
خون سے سینچا ہے اسلام کا گلشن میں نے
کر دیا نذرِ خزاں اپنا نشیمن میں نے

بچپنے کا ابھی سن اور جوانی کی صفات
چلنا ممکن نہیں لیکن میرے قدموں میں ثبات
پیاس سے جاں بلب اور سامنے دریائے فرات
موت کو کھیل سمجھتا ہے مرا عزمِ حیات
ظلمتوں میں بھی اُجالا ہی اُجالا ہوگا
اِک تبسم سے زمانہ تہ و بالا ہوگا



میرے سینے میں ہے محفوظ دلِ پیغمبرؐ
غیر ممکن ہے کہ باطل سے جھپک جائے نظر
حیدری شان سے شبیرؑ کا ہوں سینہ سپر
کانپتا ہے مرے حربوں سے یزیدی لشکر
موت کے وقت بھی چہرے پہ بحالی ہوگی
ساری دنیا سے میری جنگ نرالی ہوگی

نوجواں ہوتا تو میں ثانیٔ اکبرؑ ہوتا
اور جواں ہوتا تو عباسؑ دلاور ہوتا
اور کچھ بڑھتا تو پھر حمزہؑ و جعفرؑ ہوتا
بڑھتے بڑھتے میں یونہی فاتحِ خیبر ہوتا
فضلِ خالق سے مجھے زور وہی مل جاتا
درِ کوفہ درِ خیبر کی طرح ہل جاتا

سیدہ روبینہ رضا

# الوداع

## الوداع کیسے کہیں تمکو رضا کار حسینؑ

فاتحِ کرب و بلا سیّد ابرار حسینؑ
فخرِ آدم کا ہے شرف موت کی للکار حسینؑ
ناز کرتی ہے مشعیت مرے دلدار حسینؑ
بانیٔ دین کہوں حق کا پرستار حسینؑ
سوگواروں کے عزاداروں کے غمخوار حسینؑ
الوداع کیسے کہیں تمکو رضا کار حسینؑ



مدتوں بعد پلٹ کر تو یہ دن آئے حسینؑ
دل کو تسکین ہوئی فرشِ عزا لائے حسینؑ
کتنے بیچین ہیں رُونے کو یہ شیدائے حسینؑ
ہاتھ سینے پہ رکھا دل سے کہا ہائے حسینؑ
سوگواروں کے عزاداروں کے غمخوار حسینؑ
الوداع کیسے کہیں تمکو رضا کار حسینؑ

ہم عزاخانوں کی رونق کو بڑھائیں کیونکر
یہ صف غم جو بچھائی ہے اٹھائیں کیونکر
درد جو تم نے اٹھائیں ہیں سُنائیں کیونکر
دل کو تسکین ہے اس غم کو بُھلائیں کیونکر
سوگواروں کے عزاداروں کے غمخوار حسینؑ
الوداع کیسے کہیں تمکو رضا کار حسینؑ

غم گساروں کو بس اک بار نظارہ دے دو
جاتے جاتے ہمیں رونے کا سہارا دے دو
ڈوب جائے نہ کہیں ناؤ کنارا دے دو
ہم عزاداروں کو مولا یہ سہارا دے دو
سوگواروں کے عزاداروں کے غم خوار حسینؑ
الوداع کیسے کہیں تمکو رضاکار حسینؑ
الوداع کہکے تمہیں کیسے سکوں پائیں گے
غم شبیر نہ ہوگا تو کہاں جائیں گے
دربدر ٹھوکریں اب ہم نہ کہیں کھائیں گے
سر جھکانے کیلئے در پہ تیرے آئیں گے
سوگواروں کے عزاداروں کے غم خوار حسینؑ
الوداع کیسے کہیں تمکو رضاکار حسینؑ



ولیسے جی بھر کے عزادار ابھی روے نہیں
خوب روئیں گے یہ غمخوار ابھی روئے نہیں
بے سہاروں گے مددگار ابھی روئے نہیں
لٹ گئی آپ کی سرکار ابھی روئے نہیں
سوگواروں کے عزاداروں کے غمخوار حسینؑ
الوداع کیسے کہیں تمکو رضاکار حسینؑ
آپکے اجڑے ہوئے گھر کو خدا حافظ ہے
ایک بیمار کو مضطر کو خدا حافظ ہے
مولا عباسؑ دلاور کو خدا حافظ ہے
سوگواروں کا بہتر کو خدا حافظ ہے
سوگواروں کے عزاداروں کے غمخوار حسینؑ
الوداع کیسے کہیں تمکو رضاکار حسینؑ

ہم عزاداروں کا ششماہے مسافر کو سلام
ہاتھ اٹھا کر کریں عباسؑ دلاور کو سلام
قاسمؑ و عونؑ و محمدؑ کو اور اکبرؑ کو سلام
بیناؔ رو رو کے کریں زینبؑ مضطر کو سلام
سوگواروں کے عزاداروں کے غم خوار حسینؑ
الوداع کیسے کہیں تم کو رضا کار حسینؑ



سیّد سردار حسین اور سیّد ناظر حسین ناظرؔ

# نوحہ

کہا رباب نے اے شیر خوار آجاؤ
بہت اداس ہے دل غم گسار آجاؤ
سکینہؑ پانی لئے کب سے انتظار میں ہے
پکارتی ہے تمہیں بار بار آجاؤ

پھپھی کو عون و محمد کا غم نہیں لیکن
تمہارے آنے کا ہے انتظار آجاؤ
اندھیری رات میں ماں ڈھونڈنے کدھر جائے
پلٹ کے خیمہ میں لے شیر خوار آجاؤ

تم ہی سے اکبرؑ مہ رو کے بعد ڈھارس تھی
بس ایک بار فقط ایک بار آجاؤ
یہ مانتی ہوں لٹایا ہے آپ ہی گلشن
خزاں کے دور میں بن کر بہار آجاؤ



ہے وقتِ خواب سکینہؑ پکارتی ہے تمہیں
بہن کی آنکھ میں بن کر خمار آجاؤ
بہن کو آکے تسلی تو دو علی اصغر
بلا رہا ہے سکینہ کا پیار آجاؤ
یہ جانتی ہوں کہ بابا کے پاس رہنا ہے
چلے بھی جانا مگر ایک بار آجاؤ

ہم اراکینِ انجمن رضا کارانِ حسین کی جانب سے حسبِ ذیل حضرات کے بیحد مشکور و ممنون ہیں جنکی حوصلہ افزائی و تعاون سے انجمن ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

۱۔ شاعرِ اہلبیت۔ جناب مولانا نسیم امروہوی صاحب۔
۲۔ جناب علامہ عقیل ترابی صاحب ۳۔ جناب علی مُراد صاحب منیجر (این۔بی۔پی) سولجر بازار برانچ کراچی
۴۔ 〃 حسین مہدی صاحب، (ایگزیکٹو ڈائرکٹر) محبُ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ۔
۵۔ 〃 سید عارف صاحب، (بیرسٹری۔ ڈی۔ فرانس)
۶۔ 〃 سید۔ دلنق رضا صاحب 〃 〃
۷۔ 〃 محمد عزیز حاجی ڈوسا (ڈائریکٹر حاجی ڈوسا لمیٹڈ)
۷۔ 〃 علامہ جمیل مظہری صاحب پٹنہ۔ ۸۔ مہذب لکھنوی صاحب۔
۹۔ علی مہدی صاحب بلرامپوری۔
۱۰۔ 〃 سید علمدار علیخان صاحب۔ رئیس جانسٹھ۔ مظفر نگر
۱۱۔ 〃 سید ظہور حیدر زیدی صاحب۔ رئیس۔ سمبھلہڑوی 〃
۱۲۔ 〃 سید سردار حسین سردار صاحب۔
۱۳۔ سید سبط حسن انجم صاحب۔ ۱۴ جناب سید یوسف رضا صاحب فائنس سکریٹری (انجمن رضا کارانِ حسین)
۱۵۔ سید صابر حسین زیدی صاحب (نیشنل بینک آف پاکستان)
۱۶۔ 〃 سید باقر مہدی صاحب (محبُ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ)
۱۷۔ 〃 نذر حسین صاحب (نذر لمیٹڈ کراچی۔)
۱۸۔ 〃 سید ناصر رضا زیدی صاحب۔
۱۹۔ 〃 جناب سید شبیہ حیدر زیدی صاحب (پی۔ آئی۔ اے)
۲۰۔ 〃 مولانا سید توقیر حسین زیدی صاحب (حبیب ٹرسٹ)
۲۱۔ 〃 ہادی لاکھانی صاحب (ائرایڈ لمیٹڈ)
۲۲۔ 〃 سید لخت حسن زیدی صاحب (دوبئی)
۲۳۔ 〃 سید ہاشم رضا صاحب (〃)

۲۴۔ جناب در ... رضوی
۲۵۔ " کاظم حسین کاظمی
۲۶۔ " مختار حسین جعفری صاحب۔
۲۷۔ " حسن عباس صاحب (سید)
۲۸۔ " رضا حسین صاحب (عرف منجھو بھائی)
۲۹۔ " سید تقی ہادی صاحب
۳۰۔ " اقبال رضا صاحب۔
۳۱۔ " فیض الحسن صاحب۔
۳۲۔ " سید ناظر علی نقوی صاحب۔
۳۳۔ " فتح حیدر صاحب۔
۳۴۔ " غلام حسین صاحب۔
۳۵۔ " کاظم رضا صاحب۔
۳۶۔ " عامر سعید صاحب
۳۷۔ " نسیم اختر نقوی صاحب۔ (شاگرد سید سردار حسین صاحب)

از طرف:۔

سید عباس رضا زیدی

صدر انجمن رضا کاران حسین (رجسٹرڈ) کراچی۔

محمد سعید

جنرل سکریٹری انجمن رضا کاران حسین (رجسٹرڈ) کراچی